OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 78-92

حضرت میاں میرؒ کے اپنے ہم عصر حکمرانوں کے ساتھ تعلقات: علمی و تحقیقی جائزہ

An Analytical Study of the Relations between Hazrat Mian Mir and His Contemporary Rulers

Muhammad Hussain

Assistant Professor, Department of History, Govt. College Town Ship Lahore

Dr. Muhammad Akram Sajid

Associate Professor, Department of Islamic Studies, Govt. College Town Ship Lahore

Abstract

Mysticism a wave at India occurred from 8th century up to 17th century AD. Such a purified people preached the masses towards Islam and converted the new Muslims into practical ones. A few of them remained aloof from the kings and their courts. On the other hand many a pious people blessed their meetings to the court and impressed the then executive a lot by their goodly habits and advices. Among the highly elixir, Mian Meer is one of them. This paper would explore how the saint impressed his contemporary, particularly Mughal emperorsand their families. Moreover Mian Meer changed the course outline of the then court towards moderate and practicable Islam. This research paper would give the details of the same saint.

Keywords: Mysticism, wave, converted, aloof, pious people, Executive, Goodly habits, Elixir, contemporary course outline, moderate, practicable.

فقر کے سلاطین کی فہرست بڑی طویل ہے۔ مختلف طرق و انداز لیے ان شہنشاہوں نے جذب کی دنیا میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ان کا احاطہ مشکل ہے اپنی ہستی کو مٹائے، مخلوق

خدا کی خدمت میں گم اور ذاتِ الٰہی میں فنا یہ حضراتِ گرامی اپنی ذات میں ایک مُنفرد اور مکمل وجود رکھتے تھے۔ مادی و عددی عمر اگرچہ آدھی، پون یا ایک صدی ہی ٹھہری لیکن نقوش ان کے ایسے ان مٹ ٹھہرے کہ عام و خاص اور شاہ و گدا سب گرویدہ اور دلوں سے احترام کرنے والے تھے۔

وجہ ظاہر ہے کہ جب لالچ, حسد، بغض، تعصب، تنگ نظری اور لوٹ و طلبِ ذات مقصود نہ ہو تو بشر کا حیاتِ جاوداں پاجانا عین قرینِ قیاس ہے گوشت پوست کا یہ انسان جب ذات کبریا کے احکامات کی پیروی کرتا ہے تو ربُ العالمین بھی اس پر اپنے انوار کی موسلا دھار بارش فرما دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں بس جانے اور انکے قلوب پر چھا جانے کے وہ تمام طریقے اللہ تعالیٰ ان کو عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سب قسم کی خدمتِ انسان محض رضائے الٰہی کے لئے ہی کر رہے ہوتے ہیں۔

آنحضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین کہلانے میں جو سب سے بڑا عنصر ہے وہ فلاحِ انسانیت اور خدمتِ انسانیت کا پہلو ہے۔ آپؐ کی تعلیمات میں حقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کا نہایت ہی حسین اور متناسب انداز پایا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعینؒ کے بعد کے اھلِ دل حضرات کی زندگی کا نکتۂ کمال ہی بنی نوع انسان کی فلاح ہے۔ ان ہی نیک دل، گرامی القدر حضرات میں ایک نمایاں نام جناب میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آئندہ سطور میں ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے ہم عصر اہلِ اقتدار کے ساتھ تعلق کا جائزہ لیا جانا مقصود ہے۔

آپ کا نام میر محمد (1635ء-1550ء) ہے۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انقلاب آفرین نسب سے ہیں۔ والد کا نام سائیں دتہ اور والدہ محترمہ فاطمہ ہیں۔ آپ 1550ء میں ٹھٹھہ اور بھکر کے درمیان سیوستان یا سیون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ماں جو کہ ربوبیت کی بظاہر ایک ادنیٰ سی صورت ہے جس کا خلوص، ایثار، قربانی، مر مٹنے بلکہ موم کی طرح پگھلنے کا جذبہ بڑا ہی قابل قدر اور بے مثل ہے۔ اپنے بیٹے پر والد کی وفات کے بعد ماں اور باپ دونوں بن کر نہال و قربان ہوتی رہی ہیں۔

قاضی جاوید رقم طراز ہیں۔ "ہمارے ممدوح کی والدہ بی بی فاطمہ بھی علوم باطنی میں درک رکھتی تھیں اور عامل صوفیہ تھیں ا۔ آپ نے بیٹے کی تربیت میں بڑی بہادری اور دل جمعی سے حصہ لیا۔ میاں میر کی روحانی اور ذہنی پاکیزگی میں ان کے ننھیال کی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کا بڑا

حصہ ہے۔ آپ کے نانا قاضی قادن اس عہد کے بڑے دانشور اور سندھ کے قاضی اُلقضاہ تھے۔ سندہ کی علمی وثقافتی تاریخ میں آپ کا نام بڑے تزک واحتشام اور عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ وہ حافظِ قرآن اور علم قرأت کے بڑے عالم تھے۔ اُنہیں حدیث، تصوف اور انشاء پردازی میں کمال حاصل تھا۔ راہِ سلوک میں بڑی ریاضتیں کی تھیں۔ حرمین کی زیارت سے بھی بہرہ مند ہوئے تھے۔ جب پندرھویں صدی میں تحریک مہدویت کے بانی سید محمد جونپوری وسطِ ھند، دکن اور گجرات کے علاقوں سے علماءواُمراء کی مخالفت کی بناء پر جلاوطن ہو کر سندھ پہنچے تو انہوں نے یہاں پر اپنی تبلیغی واصلاحی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ قاضی صاحب اور دیگر بہت سے لوگ اس گروہ میں شامل ہوگئے۔ آپ کا قاضی القضاہ ہوتے ہوئے اس تحریک کا ساتھ دینا آپ کی غیر معمولی اخلاقی جُراءت اور فکری صلاحیتوں کا گواہ ہے۔

مورخِ لاہور میاں محمد دین کلیم قادری آپ کے سوانح بارے لکھتے ہیں:

> ”آپ نے اپنا بچپن سیون شریف میں ہی گزارا۔ والدہ اور نانا کی آغوشِ تربیت کے بعد دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہوگئے۔“(۱)

والدہ سے اجازت لے کر تلاشِ مُرشد کے لیے نکلے۔ ابھی آپکی لڑکپن کی عمر تھی۔ سیوستان کے پہاڑ میں پہنچ کر ایک تنور دیکھا سخت سردی کے باوجود آپ اس کو تین دن تک استعمال میں نہیں لائے۔ جب ایک بزرگ تشریف لائے تو آپ کے صبر آزماانتظار سے بہت خوش ہوئے۔ جب آپ نے انہیں السلام وعلیکم کہا تو انہوں نے وعلیکم السلام یامیر محمد کہا۔ پوچھنے پر بتایا کہ تین دن قبل حاضر ہوا ہوں۔ یہ بزرگ خضر سیوستانی تھے۔ توجہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے جناب میاں میر کی عبادت کو قبول فرمایا۔ کچھ وقت کے بعد انہوں نے فرمایا اب تمہیں مزید ضرورت نہیں ہے۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ آپ لاہور تشریف لے آئے۔ تب آپ کی عمر پچیس سال تھی اور 1575ء کا سال۔ یہ جلال الدین اکبر کا عہد تھا۔ یہاں آکر آپ نے مختلف مساجد میں وقت گزارا۔ جناب سعد اللہ لاہوری کے درس میں شامل ہوئے اور علومِ معقول میں کمال حاصل کیا۔ نعمتُ اللہ لاہوری سے بھی کسبِ فیض کیا۔

> "KhandPatara, elaborates in this way. Mian Meer was a renowned Sufi Faqir. He was born in 1550AD in Sustain (Iran) and passed great life in Lahore. He was a close friend

of Guru Arjan Dev and Guru Hargobind. Guru Arjan Dev had got the foundation of Darbar Sahib Amritsar laid by his pious hands."(2)

آپ اندرونِ لاہور کی مختلف جگہوں پر چلہ کشی اور ریاضت و عبادت کرتے رہے۔ ان میں سید علی بن عثمان ہجویریؒ کے مرقد پر محوِ غور و فکر رہنا بھی ثابت ہے۔(۳) آپ سادہ لباس پہنتے جو عموماً سفید کھدر کا ہوتا لیکن اسے صاف ستھرا رکھتے۔ میلا ہوتا تو راوی کنارے خود ہی دھو لیتے تھے اپنے مُریدین کو بھی تلقین کرتے کہ لباس فاخرہ نہ بھی ہو تو اسے صاف اور پاکیزہ ہونا چاہیے۔ میلے کچیلے اور ریاکارانہ کپڑوں کی مذمت فرماتے۔ سفینۃ الاولیاء کا مصنف داراشکوہ لکھتا ہے:

"میاں جی ہفتہ ہفتہ بھوکے رہتے لیکن کسی پر ظاہر نہ کرتے۔ میاں میر فرماتے ہیں تیس سال تک ہمارے گھر کچھ نہ پکا(۴) لیکن آپ کا رزق اس آیت کے مصداق تھا۔ وفی السماء رزکم وما تو عدون"(۵)

آپ فرماتے ہیں ایک بار بڑا بھائی ملنے آیا، میرے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ طبیعت و عادت کسی کو کہنے یا لانے کے لیے آمادہ نہ ہوئی میں باغ میں گیا، دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگارِ عالم انہیں کیا کھلاؤں؟ واپس آیا تو دیکھا بھائی کے پاس کھانا پڑا ہے اور وہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔(۶) امراء سے کچھ بھی نہ لیتے۔ آپ کی طبیعت ایسی تھی کہ مال دار اور حکمرانوں سے کچھ بھی قبول نہ فرماتے ہاں کوئی عام آدمی رزق حلال سے کوئی تحفہ لاتا تو اسے قبول فرمالیتے۔ آپ کھانا پکا کر ہر کسی کو کھلاتے سوانح حیات میاں میر کے مصنف غلام دستگیر نامی تحریر کرتے ہیں۔

ایک بار ایک شکاری نے فاختہ پر نشانہ باندھا۔ غلیل سے پتھر اس فاختہ کے لگا اور وہ مر گئی۔ شکاری وہاں سے چلا گیا تو مرید سے کہا اس کو اُٹھالاؤ۔ بسم اللہ کہہ کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو وہ زندہ ہو گئی۔ جا کر درخت پر بیٹھ گئی اور کوکو کا نغمہ گانے لگی۔ شکاری آیا پھر نشانہ باندھا فاختہ کو لگا تو مر گئی۔ آپ نے پکڑا تو زندہ ہو گئی۔ جب شکاری نے درخت پر بیٹھی فاختہ کا تیسری بار نشانہ باندھنا چاہا تو آپ نے روک دیا۔ باز نہ آیا تو اس کی غلیل کا پتھر اس کی انگلی پر لگا اور شدید درد سے کراہنے لگا معافی مانگی۔ آپ نے اس کے ہاتھ پر دم کیا تو درد جاتا رہا اور آپ کا مرید بن گیا۔(۷)

مشکلات میں دوسروں کو تسلی دینا

جہانگیر جب آخری بار کشمیر گیا تو کسی نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں کشمیر آئیں۔ شیخ محدث لاہور آئے اور پریشان حال میاں میر کے پاس پہنچے اپنی مُصیبت عرض کی حضرت میاں میر نے فرمایا آپ کشمیر جائیں گے اور نہ ہی مرزا حسام الدین۔ آپ سب خوش خوش دہلی میں رہیں گے۔ چند دن بعد جہانگیر کی وفات ہوگئی اور اسے لاہور لاکر دفن کر دیا گیا۔(۸)

ایرانی مجتہد سے مناظرہ

جلال الدین اکبر کی صلح کل اور وحدت ادیان کی پالیسی سے فائدہ اٹھا کر اہل تشیع کا اثر اکبری دربار میں بڑھتا گیا نور جہاں کے باپ بھائی اور دیگر افراد بھی اکبر کے بعد جہانگیر کے لیے دربار میں اثر ورسوخ بڑھا چکے تھے۔

نور جہاں نے جب آزمائش کے طور پر قاضی نور اللہ شوسنری سے شیخ سلیم چشتی بارے سب و شتم کرایا تو جہانگیر نے اسے قتل کروادیا۔(اکبر دارالحکومت سے ننگے پاؤں شیخ سلیم چشتی کے پاس دعا کے لیے گیا، اللہ تعالیٰ نے جہانگیر عطا فرمایا) پھر شاہ جہاں کے عہد میں آصف جاہ نے شیعی فرقہ کی تبلیغ کے لیے ایران سے کئی شیعہ عالم منگوائے۔ ان میں سے ایک عالم نے براستہ لاہور شاہ جہاں کے پاس پہنچنا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے حاکمِ لاہور نے اس عالم کو حضرت میاں میر سے ملوایا۔

ملاقات کے وقت جناب میاں میر نے اس عالم سے پوچھا آپ نے کربلائے معلیٰ کی زیارت بھی ہوگی۔ عالم نے کہا الحمد اللہ کئی بار۔ حضرت میاں میر نے فرمایا کربلا کے کچھ فضائل بیان کریں۔ وہ کہنے لگے اس خاک پاک کی ادنیٰ سی فضیلت یہ ہے کہ اس قرب وجوار میں سات میل تک دفن ہونے والے بلاحساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا، کیا انبیاء کے مدفن کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے؟ ایرانی مجتہد نے کہا یقیناً نبیؑ کے ارد گرد دس میل تک دفن ہونے والوں کو یہ فضیلت ہے۔ آپ نے فرمایا تو دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضور ﷺ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہیں ان کی بخشش میں کوئی شک ہے۔ عالم خاموش ہوگیا۔ اب اس نے سوچا مرکز سے دور شاہ جہاں کے عہد میں اتنے بڑے بڑے علما میں سے صرف ایک کے ساتھ سابقہ پڑا ہے تو انہوں نے لاجواب کر دیا ہے۔ آگے جاکر کیا ہوگا، بہانہ کرکے ایران لوٹ گیا۔(۹)

حضرت میاں میرؒ کے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ساتھ مباحثے

داراشکوہ نے ان دونوں ہستیوں کے درمیان مختلف مسائل پر بحث و مباحثے کا بھی ذکر کیاہے۔ ایک صوفی دانشور کی حیثیت سے آپ کا مقام ومرتبہ ایسے عالمانہ مباحث سے اور بھی بڑھ جاتاہے کہ آپ کے دامن میں مغل شہزادے، مریدین، اس دور کے صوفیاء، ملا شاہ بدخشانی اور خود دارشکوہ جیسے لوگ تربیت پارہے تھے۔

نظریۂ وحدت الوجود کے بارے میں میاں میر کا نکتۂ نظر

آپ کا قول ہے: "وحدت کی بات تو سراب ہے سراب سے کون سیراب ہو سکتاہے ؟ خاکی وحدت کی بات کرے تو رسوائی ہوگی۔"(۱۰)

اکبر کے دور میں تصوف کے خلاف نفرت اور بیزاری پیدا ہورہی تھی لہٰذا شریعت اور طریقت میں گروہ بندی پیدا ہورہی تھی آپ نے ان دونوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی چونکہ آپ خود اعتدال پسند تھے لہٰذا اعتدال کی تعلیم پر گامزن تھے۔

شریعت کی پابندی اور اس کی تبلیغ

گو آپ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے جہاں جذب و سلوک کی منزلیں طے کرتے کرتے انسان بسا اوقات ظاہری اعمال کی ادائیگی میں روحانی فنا کے مقام پر ہونے کی وجہ سے پابندی کا خیال نہیں رکھ پاتا۔ لیکن آپ باجماعت نماز ادا فرماتے، روزہ رکھتے، عمدہ اور صاف ستھرا، لباس زیب تن کرتے۔ نذرونیاز لینے سے گریز کرتے بادشاہوں میں رہ کر خود سب سے بڑے بادشاہ بن کر رہے کہ ان کی کسی ناجائز بات کو نہیں مانا بلکہ انہیں اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور پندو نصائح سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تین مدارج بتائے، شریعت، طریقت اور روحانیت۔(۱۱)

موسیقی کے بارے میں نکتۂ نظر

شاہ حسین، میاں میر اور سلطان باہو ہم عصر تھے۔ تینوں قادری سلسلہ سے فیض یاب ہوئے۔ شاہ حسین ایک انتہا کی طرف گئے۔ سلطان باہو نے دوسری انتہا کا رخ کیا۔ میاں میر نے درمیانی راہ اختیار کی، وہ موسیقی سے آگاہ تھے ہندی راگ سنتے اور سمجھتے تھے لیکن موسیقی پر اصرار نہیں کرتے تھے وجد اور رقص سے احتراز کرتے تھے۔

آپ بہت کم لوگوں کی بیعت کرتے تھے جب بیعت کر لیتے تو خصوصیت کے ساتھ کم خوری، کم خوابی اور کمگوئی کی تلقین کرتے۔ آپ فرماتے، حق گوئی کی پہچان اور اس کا قرب کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اپنے آپ کو دنیا کی رغبت سے نکالنا پڑتا ہے۔ (۱۲)

عبد الحمید لاہوری "بادشاہ نامہ" میں لکھتے ہیں:

شہنشاہ شاہ جہاں اکثر کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کی نظر میں (گویا شاہ جہاں کے خیال سے) ولی اللہ دو ہیں ایک حضرت میاں میر اور دوسرے شیخ فضل محمود برہان پوری۔ شہنشاہ کے دل میں دونوں کے لیے بڑی قدر تھی۔ (۱۳)

حضرت میاں میر کا علمی مقام

آپ نے اپنے اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ صرف و نحو، تاریخ، تصوف اور علم الاالٰہیات پر عبور حاصل کیا تھا۔ سابقہ درج کیے گئے معروف اساتذہ کے علاوہ شیخ عبد الاحد (شیخ مجدد الف ثانی کے والد) بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ (۱۴)

حضرت میاں میرؒ کی رواداری

جناب میاں میر جس عہد میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ پلے بڑھے اور تصوف کی دنیا میں اپنا سکہ جمایا وہ بڑی الجھن، پیچیدگی اور شکوک و شبہات سے پُر تھا۔ اکبر الحادی حالات کو گھمبیر صورت دے کر اسے بیچ منجدھار چھوڑ کر راہیٔ عدم ہو گیا۔ برصغیر ہندومت، عیسائیت، سکھ، بدھ مت، اسلام اور دیگر بہت سے مذاہب کا مربہ تھا۔ آفرین ہے ہماری زیرِ بحث ہستی کے کہ انہوں نے اس عالم میں بھی مذہبی فراخ دلی اور رواداری کو اپنے ذہن اور عمل سے محو نہیں ہونے دیا۔

توحیدِ خالص کی تعلیم و تبلیغ

آپ نے فرمایا "منصور حلاج بڑا کم حوصلہ تھا جو برداشت نہ کر سکا اور پھٹ پڑا اور نہ اتنی اعلیٰ وارفع اور اونچی بات کو پوشیدہ رکھتا! "سچے موحد تو دریائے حقیقت کو بھی پی لیں تو خاموش رہیں۔"

آپ فرماتے ہیں۔ "جس نے خدا کو پانا ہے وہ خدا کے مرسل حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں گر جائے۔"

"انسان پہلے علم حاصل کرے عمل صالح کرے، تزکیۂ نفس میں اپنے آپ کو فنا کرے پھر تعلق باللہ کو مضبوط کرے۔ اس کے بعد جسم وجان کی صفائی کا خیال کرے تو امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ بن جائے۔

آپ فرماتے تھے۔ میری وفات کے بعد میری ہڈیاں نہ بیچنا اور مزار پر دو کانیں نہ سجانا۔

"ہمیں مصروفیت ہے، تم جاؤ اور اپنے کام کرو، مجھے بھی اپنے شغل میں مشغول رہنے دو۔"

فرماتے، طہارت فرض ہے، "کسی کے سر کا ایک بال بھی اگر ناپاک ہے تو بے شک باقی سر دھویا ہوا ہو وہ سب ناپاک ہو گا۔"

حضرت میاں میرؒ کے اپنے ہم عصر حکمرانوں کے ساتھ روابط

آپ سے فیض یاب ہونے میں شاہ و گدا برابر تھے آپ سے اپنے عہد کے با اثر ترین امراء و حکمرانوں سے تعلقات کا جائزہ یوں ہے۔

جلال الدین اکبر

بعض اندرونی فتنوں کی سر کوبی کے لیے جلال الدین اکبر 1575ء سے 1598ء تک لاہور میں ہی رہا۔ لاہور کے اس وقت کے علماء نے اکبری دین الٰہی کی مخالفت میں شہر بدری سہی اور بہت سی عقوبتوں اور اذیتوں کا شکار بھی ہوئے۔ آپؒ نے اس جہاد میں حصہ لے کر عوام کی سوچوں کا رُخ موڑ دیا۔ اسی وجہ سے اکبر کے دور کے بائیس صوبوں میں اس کے ہم نواؤں کی تعداد محض ایک ہزار سے نہ بڑھ پائی ان میں سے ایک سو درباری تھے اور باقی سب محض عارضی منفعت کے لیے۔ لیکن آپ کی کمالِ حکمت بھری حکیمانہ جہاد کے خلاف اکبر کوئی قدم نہ اٹھا سکا اور نہ ہی آپ کی مساعی کو روک سکا۔

نورالدین جہانگیر

نورالدین محمد سلیم جہانگیر نے آپؒ کی خدمت میں باقاعدہ دعوت نامہ بھیجا۔ آپ دارالحکومت تشریف لے گئے۔ ریکارڈ پر یہ بات ہے کہ جہانگیر ہرگز ہرگز صوفیاء کا عقیدت مند نہ تھا بلکہ ان کے درپے آزار رہتا۔ مجدد الف ثانی کی مثال سامنے ہے۔ آپ کے نام اپنے نامہ میں

جہانگیر نے لکھا۔ قیام لاہور کے دوران قدم بوسی نہ کر سکا۔ اب آگرہ جانے کی وجہ سے لاہور واپسی محال ہے۔ آپ کی بڑی نوازش ہو گی اگر تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔

آپ تشریف لے گئے۔ جہانگیر پر تپاک انداز سے ملا، آپ کی خدمت گذاری میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ حضرت میاں میر نے پند و نصائح سے روحانیت کے بھرپور نقوش چھوڑے۔ ان تمام ارشادات کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ کے ذہن میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ بادشاہ کہنے لگا" دل چاہتا ہے کہ بادشاہی ٹھکرادوں اور آپ کے قدموں سے لگ کر اللہ اللہ کر تا رہوں دنیا کی محبت سے دل سرد ہو گیا ہے کہ آخرت کی تیاری میں لگ جاؤں"۔ آپ نے فرمایا کامل درویش وہ ہوتا ہے جس کی نظر میں پہاڑ اور خاک برابر ہو۔ وہ دنیا کی کسی چیز میں غرق نہ ہو بلکہ ذرہ ذرہ میں اسے محبوبِ ازلی دکھائی دے اور فرمایا اگر تم سچے دل سے ارادہ کر لو تو تم سچے درویش ہو۔ بادشاہ پھر بضد ہوا کہ آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں اور آپ پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا منصب رعایا کی پاسبانی ہے۔ اگر تم اس میں کامیاب ہو تو یہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور یہی ولایت ہے۔ تم رعایا کو انصاف فراہم کرو جس کی برکت سے وہ سب سے بے فکر ہو کر عبادت میں مصروف ہوں تو یہ بڑا انعام ہے اور یہی مَیں چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے رابطہ برقرار رکھا خطوط برابر لکھتا رہا اور پھر سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ دعاؤں کی درخواست کرتا رہا کہ میں گم کردہ راہ کو راہ نجات مل جائے16۔

اس کے اثرات ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کو لاہور سے ایک خاص تعلق و اُنسّیت پیدا ہو گئی۔ اس کا دل میاں میر کے قدموں میں اٹک کر رہ گیا بالآخر لاہور میں ہی شاہِ وقت کی آخری آرام گاہ بنی۔

شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہاں اور میاں میرؒ

شہنشاہ کا دو مرتبہ ملنے آنا ثابت ہے ان دونوں دفعہ بہت سی راز و نیاز، تصوف و روحانیت کی باتیں ہوئیں۔ شاہ جہاں کے بقول آپ سے بڑھ کوئی درویش میں نے نہیں دیکھا۔ آپؒ نے فرمایا بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ وہ مملکت اور رعایا کی حفاظت اور پاسبانی کرے اور رعایا کی خوشحالی کے لیے کوشاں رہے اگر رعایا خوشحال ہو گی تو سپاہ آسودہ اور خزانہ معمور ہو گا۔

دوسری بار دارا شکوہ کی بیماری کے دنوں میں ناامید ہو کر دعا کے لیے حاضر ہوا تو میاں میرؒ نے پانی دم کر کے دیا اللہ تعالیٰ نے چند ہی دنوں میں شفا دی۔ شاہ جہاں نے عرض کی دعا کریں میں

ترک دنیا کی طرف مائل ہو جاؤں آپ نے فرمایا کوئی نیک کام کریں تو خود اپنے لیے دعا کریں اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہ مانگیں۔ (۱۷)

شاہ جہاں نے آپ کو آگرہ آنے کی دعوت دی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اسرار خودی میں کہتے ہیں۔ شاہ جہاں گو لکنڈہ اور بیجاپور کی فتح کے لیے آپ کے پاس دعائے فتح کے لیے لاہور آیا۔ آپ نے خاموشی اختیار کی۔ اتنے میں ایک مفلوک الحال شخص نے آکر ایک چاندی کا سکہ پیش کیا عرض کیا یہ میری حلال کی کمائی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھکاری نہیں ہوں یہ سکہ بادشاہ کو دے دو یہ بھکاری ہے۔ ہندوستان کے خزانوں کا مالک ہونے کے باوجود حریص اور لالچی ہے اور ناحق مخلوق خدا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ (۱۸)

شہزادہ داراشکوہ کی حضرت میاں میر کے ساتھ وارفتگی

داراشکوہ جناب میاں میر کا نہایت مخلص عقیدت مند تھا۔ والد کے ساتھ ملاقات کے لیے آیا تو بادشاہ کے چلے جانے پر عقید تاًحاضرِ خدمت ہوا۔ آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نہایت شفقت سے دایاں ہاتھ شہزادے کے سر پر پھیرتے رہے اور دعا دی۔ بعض مواقع پر اپنے مریدین کو بھی شہزادے کے لیے دعا کرنے کو کہتے تھے۔ ایک بار شہزادے نے اپنا خاص آدمی میاں میر کے پاس بھیجا آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا خوب! تم اس کے ملازم ہو بیٹھ جاؤ اور اپنے قریب جگہ دی۔

ایک دفعہ حاجی محمد بنیانی سے فرمایا:

داراشکوہ ہماری جان اور نورِ بصر ہے۔ شہزادہ خواب میں آپ سے فیض یاب ہونے کا بھی ذکر کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔

میاں میر کا انتقال ہوا تو میں اکبر آباد میں تھا۔ پہر رات باقی تھی۔ خواب میں دیکھا کہ میں آپ کے پاس ہوں آپ نے فرمایا تم ہماری نماز جنازہ ادا کرو۔ آپ کے اصرار پر میں نے نماز جنازہ ادا کر دی۔ عالم اضطراب میں جاگ اٹھا چند روز بعد اطلاع آگئی کہ اسی دن آپ کا انتقال ہو گیا۔

داراشکوہ کو لاہور سے خاص عقیدت تھی اس نے یہاں متعدد منڈیاں بنوائیں۔ "آئینہ محل" کے نام سے ایک محل بنوایا۔ خواجہ بہاری محل اور ملاشاہ بدخشانی کے مقابر تعمیر کروائے۔ شاہ جہاں کے انتقال کے بعد شہزادوں میں تخت نشینی کی جنگ شروع ہوئی۔ معرکہ ساموگڑھ میں اسے

شکست ہوئی وہ اپنے خزانوں سمیت لاہور پہنچا۔ یہاں سے ملتان سے آگے سفر کر رہا تھا کہ سندھ کے ایک زمیندار ملک جیوں دھاندرنے نا سپاسی اور احسان فراموشی کی بدترین مثال دیتے ہوئے داراشکوہ، اس کے بیٹے سپہر شکوہ اور دیگر دو بیٹوں سمیت قید کر کے دہلی بھیج دیا حالانکہ ایک بار اسی ملک جیون کی داراالشکوہ نے بادشاہ سے جان بخشی بھی کرائی تھی جبکہ اس کے قتل کا حکم ہو چکا تھا۔ 1659ء میں اورنگزیب نے داراالشکوہ کے مذہبی خیالات کے بارے میں فتویٰ حاصل کیا کہ وہ کافر ہو گیا ہے اور اسے قتل کروادیا۔

یہاں پر ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری محسوس ہوتا ہے عمومی طور پر مورخین نقل در نقل کے رجحان کی وجہ سے اورنگ زیب کو ظالم اور داراشکوہ کو مظلوم لکھتے ہیں۔ یہ اقتباس دیکھئے۔

"داراشکوہ کو اسلامی علوم و فنون پر عبور تھا اس کا تعلق جناب میاں میر سے تھا جو کہ وحدت الوجود کے قائل تھے وحدت الوجود بارے بہت سی الجھنیں موجود ہیں داراشکوہ نے ہندو یوگیوں سے ملنا شروع کر دیا۔ ویدانیت اس کی توجہ کا خاص مرکز تھا۔ اکبری الحاد کو سیاسی ڈھال کے طور پر ذہن میں رکھیں۔ داراشکوہ کا تصوف کی طرف رجحان اور تصوف کے معاملے میں غلو اور پھر ہندو یوگیوں کے اثرات، توحید بارے ذہنی الجھاؤ اور سیاسی میدان میں اور امور حرب سے ناآشنائی انتظامی امور سے نابلد ہونا۔ ماں باپ کی حد سے بڑھی ہوئی شیفتگی اور لاڈ پیار اور تجربے سے محروم ہونا پھر ذہنی تردداتات کا دَر آنا۔ والد شاہ جہاں کا اسے ہی ہر قیمت پر ولی عہد بنانے پر اصرار کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر اورنگ زیب کا اپنے آپ کو سیاسی طور پر عمدہ تجربہ کار ثابت کرنا اور انتظامی لحاظ سے اپنا سِکہ منوانا اور حالات کے جبر کے تحت اور کوئی چارہ کار نہ پانا سازشوں میں گھرے ہوئے اورنگ زیب کی نظر مغلیہ سلطنت کو ہندوؤں کے ہاتھوں کمزور کرنے کی ملی بھگتیں اور شاہ ہند بن کر اپنے آپ کو اسلام کا شیدائی بنائے رکھنا گو اورنگ زیب کو حالات کا جبر اور یہ اقدام کرنا وقت کا تقاضا قرار نہیں دیتا۔ اگر مزید دلائل و شواہد درکار ہوں تو مورخ لاہور رکھتے ہیں۔

دار شکوہ کی سکینتہ الو لیاء اور سفینتہ الاولیاء کو تصوف کا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے لیکن مجھے "مجمع البحرین" اور "سر اکبر" پر بڑے اعتراضات ہیں۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ داراالشکوہ نے ان کتب کو سناجن کو پنڈتوں سنیاسیوں اور یوگیوں کے زیر اثر لکھا گیا تھا۔ وہ یوگیوں سے مکالمے کرتا تھا، بابا لعل داس سے اس کا ایک مکالمہ درج ہوا ہے جس میں وحدتِ ادیان کی خاطر وہ اسلام اور ہندو

مت کو مساویانہ حیثیت دیتاہے۔"سرِ اکبر" میں اپنشدوں کے ترجمہ کے زیر اثر وہ سورہ واقعہ میں ذکر کتابِ مکنون کو قرآنِ مجید کی بجائے 'اپنشد' مانتاہے۔"

اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کامزار اور اس سے ملحقہ مسجد تعمیر کروائی اورنگ زیب ایک بار 1664ءمیں آپ کے مزار پر خود بھی آیا۔

اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا جاسکتاہے کہ ہمارے ممدوح نہایت لائق، علم کے بحر ذخار اور عالم باعمل اور روحانیت کے بڑے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ منازل روحانیت طے کرنے میں اگرچہ آپ کو یہ زندگی تیاگنا پڑی، بڑے کشٹ اور ریاضت کی منزلیں طے کیں۔ اس کا ایک پہلو جہاں عوامی مقبولیت کا ہے وہاں اس دور کے شاہانِ وقت نے بھی آپ کی چوکھٹ پر حاضری دی۔ دعا کے لیے حاضر ہوئے خصوصا، داراشکوہ تو آپ کا باقاعدہ مرید تھا لیکن یہ پہلو بڑا ہی حیران کن اور قابل تقلید ہے کہ آپ نے نمائش کو پسند نہیں فرمایا۔

وحدت الوجودی اعتقاد کے باوجود اس میں غلو نہیں کیا۔اپنے مریدین کو نظم وضبط کے ساتھ اتفاق واتحاد کی تعلیم دی۔ پھر شریعت کی مکمل پابندی کی اور اس کی تلقین بھی فرمائی۔ بادشاہوں اور ان کے ہم عصر مسلمان یا غیر مسلمان ولی عہدوں شہزادوں اور بالآخر بسر یرائے تحت ہونے والوں سے کوئی مادی منفعت یا کوئی لوبھ ،لوٹ یا خطاب ہر گز قبول نہیں فرمایا۔ بلکہ خود فُقر کے بادشاہ رہے۔ اپنی گدڑی میں 'بوریے' پہ تنہائی میں بے سروسامانی میں، اپنے حجرے میں مگن رہے۔ شاہوں کے آنے یا جانے سے طبیعت کو اس کا اسیر نہیں کیا۔ انہوں نے کچھ عطا کرنے کی کوشش بھی کی تو رد کر دیا آپ کے پاس آنے یا ان کے پاس جانے سے جو پندونصائح اور انہیں ویلفیئر سٹیٹ بنانے رعایا کا خیال رکھنے اور انصاف کرنے کی تلقین کی۔

مغل دور کی باہم رسہ کشی میں فریق نہیں بنے حتیٰ کہ دین الٰہی کے مخالف ہونے کے ساتھ اس کی اصلاح کی یعنی بہت ہی گہری غیر پس منظری کو پسند فرمایا۔اکبر کے دین الٰہی پر کٹ لگانے میں روحانی طور پر جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا رہے وہاں غیر محسوس انداز میں اپنا کام بھی کرتے رہے اور کمال یہ ہے کہ اس کے عتاب سے بھی بچتے رہے۔

جہانگیر اکبر کا ہی بیٹا تھا۔ اس نے شیخ مجدد الف ثانی کے لیے مشکلات کھڑی کیں لیکن میاں میر روحانی پہلو سے وہ مضبوط سلطنت بنا چکے تھے جس کا مقابلہ مغلیہ دربار نہیں کر سکتا تھا۔ اس پاکیزہ روحانی نور کی خیرگی کے سامنے اکبر کے بعد آنے والے حکمران دامن بچا کر نہ نکل

پائے۔ آپ کی مضبوط متصوف زندگی سے جہاں وہ فیض یاب ہوئے وہاں مغل گھرانے کے بااثر افراد، مرد وخواتین ان کے دامن خیر میں بھی پناہ لیتے رہے پھر ہم غیر مسلمان قوتوں کے آپ سے برادرانہ اور خیر خواہانہ تعلقات کی روایت کو بھی دیکھتے ہیں کہ کسی طرح گوروارجن دیو جی نے آپ سے گردوارہ امرت سر کا سنگ بنیاد رکھوایا آپ کی سفارش پر ایک بار گوروجی کی جان بخشی بھی ہوئی۔

آپ نے دین الٰہی کے پیچھے مضبوط ہندو سوچ اور اپروچ کو اپنی متصوف زندگی میں باوجود وحدت الوجودی خیالات کا حامل ہونے کے در نہیں دیا۔ اور یہ کہ آپ مابعد الطبیعی خیالات کا اس انداز میں پرچار نہیں کرتے رہے کہ شریعت کا دامن چھوڑ کے محض خالی خولی خیالات کے سہارے زندگی گزارنے والے بنیں اور شریعت سے اعراض کرکے محض ڈھکوسلے بازی کرنے والوں کو کوئی بہانہ سازی کا موقع ملتا یا علمائے سوء ہی کوئی حیلہ سازی کرسکتے۔ بلکہ ان کے سامنے ہندو ہمیں سہمے سہمے اور چھپے چھپے نظر آتے ہیں کہ وہ بادشاہ پر اپنا اثر ورسوخ یوں دیدہ دلیری سے کرتے نہیں دکھائی دیتے۔ دوسرا آپ کی آواز میں فرقہ واریت نہیں ہے لہٰذا ایرانی اثرات کو محدود کرنے میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔

یوں باقاعدہ طور پر آپ نے خالص اسلامی تعلیمات پر اعتدال کے ساتھ عمل کرتے ہوئے اس دور کے تصوف کی بھی اصلاح فرمائی کہ وہ محض نمائشی زندگی گزار کر عوامی ووٹ مار کے لیے گروپ سازی اور ٹھگ بازی نہ کریں بلکہ شریعت کے مطابق زندگی گزاری جو انبیاء صحابہ، صلحاء اور متقین کا طریقہ رہاہے۔

جہانگیر اور شاہ جہاں کی تو باقاعدہ زُہدوالی زندگی گزارنے میں تڑپ، تختِ شاہی چھوڑ کے فقر اختیار کرنے کی آرزو واضح اور بڑے دلیرانہ اثرات ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ داراشکوہ کے معاملے میں اگرچہ شہزدے نے غلو سے کام لے کر ویدانیتی خیالات وفلاسفہ میں بہت پیچیدہ مقام تک اپنے آپ کو لے گئے اور بھائی کے ہاتھوں مقتول ہوا۔

لیکن آپ کی تعلیمات میں کوئی ایسی چیز تلاش کرنا مشکل ہے کہ آپ نے اپنا کوئی ہم ذہن ایسا فرد بنایاہوا کہ اگر وہ سریرائے سلطنت ہوتا تو آپ کوئی مذہبی یا مادی لحاظ سے فائدہ اٹھاتے۔ آپ کے مرید سے اورنگ زیب کا مکالمہ ظاہر کرتاہے کہ حضرت میاں میر محض اصلاح نفوس کی خاطر عوامی خدمت پر مامور رہے ذاتی اغراض سے بہت دور رہے۔ تصوف کی اصلاح کی۔

شاہوں کو عوامی خدمت اور سوشل جسٹس کی تلقین کی۔ان سے کسی بھی طرح نہ صرف مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کی طفلانہ خواہشات کے آگے بھی سینہ سپر رہے کہ راہ حق کی تلاش ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ فرمایا تم اس ظاہری زندگی کو پاکیزہ کر لو تو مخلوق خدا کا فائدہ ہو گا" پھر انہیں کسی اور سمت میں بھٹکنے نہیں دیا ان سے کسی بھی قسم کی مطلب براری نہیں کی۔"

حوالہ جات وحواشی

1. قاضی جاوید، پنجاب کے صوفی دانشور، لاہور: فکشن ہاؤس، سال اشاعت 2005ء ص 148
2. Daily, Khand Patra, Nanded, Maharashtra, June, 1988
3. قاضی جاوید، لاہور کے صوفی دانشور، ص ۴۳
4. قادری، داراشکوہ، شہزادہ، سفینۃ الاولیا، لاہور: سیو نتھ سکائی پبلی کیشنز، سال اشاعت ۲۰۱۱ء، ص 41
5. الذاریات، ۲۲:۵۱
6. سکینۃ الاولیاء، قادری، داراشکوہ، شہزادہ، لاہور: سیونتھ سکائی پبلیکیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۴۲
7. نامی، غلام دستگیر، سوانح حیات میاں میر، لاہور: ادارہ معارف اسلامیہ اشاعت 1993 ص 41
8. ایضاً ص 43
9. ایضاً ص 48، 47
10. پنجاب کے صوفی دانشور، ص 171
11. ایضاً، ص 173
12. ایضاً ص 174
13. جمیل خاں، محمد، نقش پائے لاہور، لاہور: چوپال پبلشرز، اشاعت 1982ء ص 181
14. سکینۃ الاولیاء ص 113
15. سیرتِ میاں میر قادری ص 165
16. سیرت میاں میر مذکور ص 143
17. تذکرہ میاں میر ص ۷۴۔۷۵
18. محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، اسرارِ خودی،